یہ وقت بھی گزر جائے گا

''یہ وقت بھی گزر جائے گا'' محض مشکل حالات میں دلاسا دینے والا جملہ نہیں، بلکہ کامیابی کے دنوں میں عاجزی اور انکساری کا سبق بھی ہے۔ جب ہم دکھ کی گھڑی سے گزر رہے ہوتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ہمیشہ باقی رہے گی، اور جب زندگی ہم پر مہربان ہوتی ہے تو لگتا ہے کہ یہ خوش حالی ہمیشہ قائم رہے گی۔ مگر نہ دکھ ہمیشہ رہتا ہے، نہ خوشی۔ دانائی اسی بات کو سمجھنے میں ہے کہ زندگی کا کوئی مشکل باب پوری کہانی نہیں ہوتا، اور جب ہم لمحوں کو پہچاننا، ان کی قدر کرنا اور وقت آنے پر انہیں رخصت کرنا سیکھ لیتے ہیں تو زندگی کے گزرتے ہوئے لمحات اور بھی قیمتی ہو جاتے ہیں۔

میں نے یہ سوال ان کے سامنے ایک ایسے دن رکھا جب زندگی خاصی بوجھل محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی بہت بڑا سانحہ پیش نہیں آیا تھا، لیکن حالات اتنے دشوار ضرور ہو گئے تھے کہ مجھے ان سے آگے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بالکل ایسے جیسے کمرے میں کوئی ایک آواز اتنی بلند ہو جائے کہ باقی ہر آواز دب کر رہ جائے۔

انہوں نے حسبِ معمول خاموشی سے میری بات سنی اور مجھے اپنی بات مکمل کرنے دی۔ پھر مسکرا کر پوچھا، ''کیا آپ نے سکندرِ اعظم کی کہانی سنی ہے؟''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔

انہوں نے کہا، ''ایک مشہور روایت کے مطابق، سکندرِ اعظم نے ایک بار اپنے ایک مشیر سے ایسی دانائی کی بات بتانے کو کہا جو خوشی اور غم، دونوں حالتوں میں ان کے کام آ سکے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیسی دانائی کی بات؟''

''ایسی بات جو مشکل وقت میں انہیں حوصلہ دے اور کامیابی کے دنوں میں انہیں غرور سے بچائے۔''

''پھر ان کے مشیر نے کیا کہا؟''

انہوں نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا، جیسے چاہتے ہوں کہ اگلے الفاظ پوری طرح دل میں اتر جائیں۔ پھر بولے، ''یہ وقت بھی گزر جائے گا۔''

ایک لمحے کے لیے مجھے مایوسی ہوئی۔ بات کچھ زیادہ ہی سادہ معلوم ہوئی۔ آخر دنیا کو فتح کرنے والے ایک عظیم بادشاہ کے لیے اس سے زیادہ گہری بات ہونی چاہیے تھی۔ کوئی ایسا راز جو خاص طور پر اسی کے لیے ہو، نہ کہ ایسا فقرہ جو کسی کشن پر کڑھائی کی صورت میں بھی مل جائے۔

شاید وہ میرے تاثرات بھانپ گئے، کیونکہ ہنس پڑے۔

''آپ کچھ زیادہ متاثر نہیں ہوئے،'' انہوں نے کہا۔

''سچ کہوں تو یہ بات بڑی عام سی لگتی ہے،'' میں نے اعتراف کیا۔

''بات تو عام سی ہی ہے،'' انہوں نے جواب دیا، ''مسئلہ یہ ہے کہ ہم شاذ ہی اس طرح جیتے ہیں جیسے واقعی اس بات پر یقین رکھتے ہوں۔''

میں نے کچھ دیر سوچا، پھر پوچھا، ''آپ کا کیا مطلب ہے؟''

انہوں نے کہا، ''جب ہم تکلیف میں ہوتے ہیں تو انجانے میں ایسا برتاؤ کرنے لگتے ہیں جیسے یہ تکلیف ہمیشہ رہے گی۔''

یہ بات فوراً میرے دل کو لگی۔ جب بھی میں بے چینی، مایوسی، شرمندگی یا کسی دکھ سے دوچار ہوتا ہوں تو وہ احساس کبھی یہ بتا کر نہیں آتا کہ عارضی ہے۔ اس وقت یوں لگتا ہے جیسے یہ کیفیت کبھی ختم نہیں ہوگی، جیسے اس لمحے کی دیواریں ہر طرف لامتناہی فاصلے تک پھیلی ہوئی ہوں۔

انہوں نے بات جاری رکھی، ''اپنی زندگی کی کسی بڑی مشکل کو یاد کیجیے جس کا آپ نے سامنا کیا ہو۔''

میرے ذہن میں فوراً کئی واقعات ابھر آئے۔ پیشہ ورانہ زندگی میں ایک ناکامی، جس نے مجھے محسوس کرایا تھا کہ شاید سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ کسی قریبی رشتے میں ایک غلط فہمی، جس نے کئی راتوں کی نیند چھین لی تھی۔ اور بے یقینی کا ایک طویل دور، جب یوں لگتا تھا جیسے زندگی آگے بڑھنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔

اس وقت ان میں سے ہر واقعہ ناقابلِ برداشت محسوس ہوتا تھا۔ جیسے وہ آپ کے مستقبل کے ہر تصور کو بدل دینے کی طاقت رکھتا ہو۔

انہوں نے پوچھا، ''کیا آج بھی وہ واقعات آپ کو اسی طرح متاثر کرتے ہیں؟''

''نہیں۔''

''کیوں نہیں؟''

''کیونکہ وقت گزر گیا۔''

وہ مسکرائے۔ ''بالکل۔''

پھر کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے انہوں نے ایک ایسی بات کہی جس نے مجھے واقعی سوچنے پر مجبور کر دیا۔

''عجیب بات یہ ہے کہ لوگ اس حقیقت کو ذہنی طور پر تو سمجھتے ہیں، لیکن جذباتی طور پر اسے یاد رکھنا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے۔''

میں نے وضاحت چاہی تو انہوں نے کہا، ''جب آپ بے چین ہوتے ہیں تو آپ کا ذہن ایسے برتاؤ کرتا ہے جیسے یہ لمحہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اداسی ہو تو لگتا ہے ہمیشہ رہے گی۔ فکر ہو تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ کبھی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ شرمندگی ہو تو یوں لگتا ہے جیسے اس سے کبھی نجات نہیں ملے گی۔ حالاں کہ ان میں سے کوئی کیفیت مستقل نہیں ہوتی۔''

مجھے کئی سال پرانا ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک بار میں اپنے پیشہ ورانہ معاملات میں پیش آنے والی ایک مشکل سے بہت پریشان ہو گیا تھا۔ معاملہ ایسا تھا جو ہر خالی لمحے میں ذہن پر سوار رہتا تھا۔ کئی ہفتوں تک میرے خیالات اسی کے گرد گھومتے رہے۔ میں بار بار انہی گفتگوؤں کو ذہن میں دہراتا جن پر پہلے ہی درجنوں بار غور کر چکا تھا۔ ان نتائج کا تصور کرتا جو کبھی سامنے ہی نہیں آئے۔ ان فیصلوں کی فکر میں نیند کھو دیتا جو بعد میں دیکھنے پر اتنے اہم بھی نہیں لگے جتنے رات کے تین بجے محسوس ہوتے تھے۔

لیکن برسوں بعد مجھے اس واقعے کی تفصیلات بھی بمشکل یاد تھیں۔ بس اتنا دھندلا سا احساس باقی تھا کہ کبھی اسی ملازمت کے دوران کسی بات نے مجھے بہت پریشان کیا تھا۔

جب میں نے انہیں یہ واقعہ سنایا تو وہ ہنس پڑے۔

''بالکل! آج جن باتوں نے ہمارے ذہنوں پر قبضہ کر رکھا ہے، ان میں سے بیشتر چند برس بعد شاید ہی ہمیں یاد ہوں گی۔''

پھر انہوں نے ایک ایسی بات کہی جس کی مجھے توقع نہیں تھی۔

''آپ جانتے ہیں، یہ جملہ کامیابی کے دنوں میں بھی اتنا ہی اہم ہے۔''

میں نے پہلے کبھی اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔

''میں سمجھ سکتا ہوں کہ مشکل وقت میں یہ بات کس طرح مدد دیتی ہے،'' میں نے کہا، ''لیکن کامیابی کے وقت یہ کیوں ضروری ہے؟''

انہوں نے جواب دیا، ''کیونکہ کامیابی ایک مختلف خوش فہمی پیدا کرتی ہے۔''

''کیسی خوش فہمی؟''

''یہ کہ اچھی چیزیں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گی۔''

میں خاموش ہو گیا، کیونکہ یہ بات بھی بالکل درست تھی۔ جب زندگی اچھی گزر رہی ہوتی ہے تو ہم آہستہ آہستہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ سب کچھ اسی طرح چلتا رہے گا۔ ملازمت، صحت، رشتے، عزت و شہرت، آسودگی اور زندگی کا استحکام۔ ہمیں خود بھی احساس نہیں ہوتا اور ہم عارضی نعمتوں کو مستقل ملکیت سمجھنے لگتے ہیں، جیسے کوئی شخص کرائے کے مکان میں رہتے رہتے یہ بھول جائے کہ وہ مکان ہمیشہ کے لیے اس کا نہیں ہے۔

انہوں نے میری طرف دیکھا اور یوں سر ہلایا جیسے میرے ذہن میں چلنے والے خیالات سے پوری طرح واقف ہوں۔

''اسی لیے یہ جملہ اتنا طاقت ور ہے،'' انہوں نے کہا۔ ''مشکل وقت میں یہ تسلی دیتا ہے اور کامیابی کے دنوں میں عاجزی سکھاتا ہے۔''

مجھے ایک عمر رسیدہ شخص یاد آیا جنہیں میں کبھی جانتا تھا۔ انہیں مالی طور پر بہت بھاری نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اس وقت انہیں یقین تھا کہ ان کی زندگی برباد ہو گئی ہے اور جو کچھ انہوں نے برسوں کی محنت سے بنایا تھا، وہ ہمیشہ کے لیے ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔

کئی سال بعد جب انہوں نے اسی دور کا ذکر کیا تو ان کے اندازِ بیان میں بالکل مختلف کیفیت تھی۔

انہوں نے کہا، ''اب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ میری زندگی کے بہترین واقعات میں سے ایک تھا۔''

میں نے پوچھا کہ ایسا کیوں، تو وہ مسکرائے اور بس اتنا کہا، ''اس نے مجھے ایک مختلف انسان بننے پر مجبور کر دیا۔''

میں نے یہ واقعہ انہیں سنایا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''دیکھیے، اس وقت وہ صرف تکلیف دیکھ پا رہے تھے۔ بعد میں انہیں اس تکلیف سے پیدا ہونے والی نشوونما بھی دکھائی دینے لگی۔''

پھر انہوں نے ایک ایسی بات کہی جو اس گفتگو کے بہت عرصے بعد بھی میرے ذہن میں گونجتی رہی۔

''پورے قصے کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے موجودہ لمحہ سب سے ناموزوں جگہ ہے۔''

میں ہنس پڑا۔ ''یہ بات تو درست ہے۔''

انہوں نے کہا، ''جب آپ کہانی کے کسی ایک باب کے اندر کھڑے ہوتے ہیں تو پوری کتاب نہیں دیکھ سکتے۔''

ہم کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر میں نے پوچھا، ''اگر سب کچھ کسی منصوبے کے مطابق چل رہا ہے تو کیا اس سے زندگی کی معنویت کم نہیں ہو جاتی؟''

انہوں نے فوراً سر ہلا دیا۔

''نہیں، اس سے زندگی کی معنویت بڑھ جاتی ہے۔''

''وہ کیسے؟''

انہوں نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''غروبِ آفتاب کا تصور کیجیے۔''

''اچھا۔''

''اگر وہ ہمیشہ قائم رہتا تو کیا وہ اتنا ہی خوب صورت ہوتا؟''

میں نے اس پر غور کیا۔ شاید نہیں۔ اگر آسمان ہر روز، ہر وقت سنہری اور گلابی رنگوں میں ڈوبا رہتا تو آخرکار یہ منظر بھی پس منظر کا حصہ بن جاتا۔ آنکھیں اس کی خوب صورتی کو محسوس کرنا چھوڑ دیتیں، بالکل کسی ایسی چیز کی طرح جو روزمرہ کی زندگی میں موجود تو ہو، مگر جس پر اب توجہ نہ جاتی ہو۔

انہوں نے کہا، ''اس منظر کی خوب صورتی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ وہ ختم ہو جاتا ہے۔ بچہ صرف چند برس تک بچہ رہتا ہے۔ کوئی گفتگو ایک ہی بار، انہی لوگوں کے ساتھ، بالکل اسی انداز میں ہوتی ہے؛ پھر کبھی ویسے نہیں دہرائی جا سکتی۔ موسم آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ ان چیزوں کی قدر و قیمت کا ایک بڑا سبب یہی ہے کہ وہ ہمیشہ نہیں رہتیں۔''

میں نے پہلے کبھی زندگی کی عارضی نوعیت کو اس زاویے سے نہیں دیکھا تھا۔ ہم عموماً پائیداری کو حاصل کرنے کے لائق چیز سمجھتے ہیں، ایک ایسا مقصد جو ہمارے اکثر دیگر مقاصد کی بنیاد ہوتا ہے۔ اس کے باوجود، ہماری عزیز ترین چیزوں میں سے اکثر کی خوبصورتی بنیادی طور پر ان کے عارضی ہونے میں ہی چھپی ہوتی ہے۔

میں نے کہا، ''تو شاید مسئلہ یہ نہیں کہ چیزیں گزر جاتی ہیں۔''

انہوں نے مسکرا کر جواب دیا، ''مسئلہ یہ ہے کہ ہم بار بار یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ نہیں گزریں گی۔''

''میرا خیال ہے، بات کا ایک بڑا حصہ یہی ہے،'' انہوں نے مزید کہا۔

گفتگو ختم ہونے کو تھی تو میں نے آخری سوال کیا۔

''جب میں خود کو حالات کے بوجھ تلے دبا ہوا محسوس کروں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

انہوں نے ایک لمحہ سوچا۔

''اپنے آپ سے ایک سادہ سا سوال پوچھیے۔''

''کیا سوال؟''

''کیا ایک سال بعد بھی یہ بات آپ کو اتنی ہی اہم محسوس ہوگی؟''

میں ہنس پڑا۔ ''اس سوال سے میری بہت سی پریشانیاں کم ہو سکتی ہیں۔''

''غالباً،'' انہوں نے کہا۔

''اور اگر ایک سال بعد بھی یہ بات اہم رہی تو؟''

انہوں نے جواب دیا، ''تو پھر اس سے نمٹیے، لیکن یہ یاد رکھیے کہ یہ باب بھی پوری کہانی نہیں ہے۔''

اس روز وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے یہی الفاظ بار بار میرے ذہن میں گونجتے رہے۔

''یہ وقت بھی گزر جائے گا۔''

یہ بات بے حسی اختیار کرنے کی دعوت نہیں۔ نہ ہی ذمہ داریوں سے بچنے کا بہانہ ہے، اور نہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں زندگی کی پروا کم کر دینی چاہیے۔

بلکہ یہ اپنے نقطۂ نظر کو وسیع رکھنے کی یاد دہانی ہے۔

مشکل وقت گزر جائے گا۔ خوشی کے لمحے بھی گزر جائیں گے۔ تعریف و توصیف بھی گزر جائے گی۔ تنقید بھی گزر جائے گی۔ کامیابی بھی گزر جائے گی۔ ناکامی بھی گزر جائے گی۔

شاید دانائی اسی میں ہے کہ ہم زندگی کی کامیابیوں اور آزمائشوں، دونوں سے یکساں سکون اور شعور کے ساتھ گزریں، اور دل میں یہ احساس زندہ رکھیں:

''یہ وقت بھی گزر جائے گا۔''

غور و فکر کے لیے چند نکات

- **اس بات کو یاد کیجیے جو کبھی دائمی محسوس ہوتی تھی۔** چند برس پہلے کی کسی ایسی مشکل کو یاد کیجیے جو اس وقت ناقابلِ برداشت لگتی تھی۔ غور کیجیے کہ آج اس کا کتنا بوجھ باقی رہ گیا ہے، اور اس سے آپ کو اپنی موجودہ پریشانی کے بارے میں کیا سمجھ آتی ہے۔
- **ایک سال بعد والا سوال خود سے پوچھیے۔** جو چیز اس وقت آپ کو پریشان کیے ہوئے ہے، اس کے بارے میں دیانت داری سے سوچیے: کیا ایک سال بعد بھی یہ بات آپ کے لیے بالکل اتنی ہی اہم ہوگی؟ اس سوال کے جواب کو یہ طے کرنے دیجیے کہ آج کے دن کا کتنا حصہ آپ اس پریشانی کے نام کرتے ہیں۔
- **دیکھیے کہ آپ کن چیزوں کو مستقل سمجھ کر چل رہے ہیں۔** زندگی کے اس دور میں، جب حالات سازگار ہیں، کیا آپ انجانے میں یہ فرض کر رہے ہیں کہ اچھی چیزیں ہمیشہ اسی طرح قائم رہیں گی؟ ان چیزوں سے قدرے بے نیاز ہوئے بغیر انہیں ڈھیلی گرفت کے ساتھ تھامنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟
- **یاد رکھیے کہ ایک باب پوری کتاب نہیں ہوتا۔** اگلی بار جب کوئی ایک لمحہ آپ کو یہ محسوس کرائے کہ وہی آپ کی پوری زندگی کا فیصلہ کر دے گا تو خود سے پوچھیے کہ اس وقت آپ کیا کچھ دیکھنے سے قاصر ہیں، محض اس لیے کہ آپ کہانی کے اسی باب کے اندر کھڑے ہیں، اور ابھی اس سے فاصلے پر جا کر اسے دیکھ نہیں پا رہے۔
- **چیزوں کے عارضی ہونے کو محرومی نہیں، قدر شناسی کا ذریعہ بنائیے۔** کسی ایسی چیز کا انتخاب کیجیے جس سے آپ محبت کرتے ہیں، خاص طور پر اس لیے کہ وہ ہمیشہ نہیں رہتی؛ مثلاً کوئی موسم، بچے کی زندگی کا کوئی مخصوص دور، یا ایک عام سی شام۔ پھر اس کے عارضی ہونے کو اسے کھو دینے کی بے چینی کے بجائے اس پر زیادہ توجہ دینے اور اس کی قدر کرنے کا ذریعہ بنائیے۔